تربیت کا نبوی ﷺ منہج

پروفیسر ڈاکٹر محمد امین
سینئر ایڈیٹر، اردو دائرہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، پنجاب یونیورسٹی لاہور

ABSTRACT

Prof. Dr. Muhammad Ameen

I. The following aspects are discussed in this thesis and importance of training is highlighted.
II. Meaning of training.
III. Signifionce of training.
IV. Negligence of Muslims from the path of training.
V. Sources of prophetic training.
VI. Resources and means of training.
VII. Method of Prophetic training.

When we try to find out the important causes of the neglegance of true and real concept of training in the ongoing situation, the following resea seem to be the leading ones.

1) Distance from Religious teachings and impartial attitude towards Religion.
2) Domination of the effects of Godless western materialistic civilisation.
3) Incomplete concept of the Religion.
4) Distortion of Tasawwaf (Spirituality).
5) The emphasis of Religio - Political Movement's upon imbalanced political method and denial to self purification and spiritual upliftment.

We firmly believe that if wisdom is applied to remove the abo.. mentoned barriers, then can the true method of training be reached at and collectivity can be established.

نبی کریم ﷺ کی سیرت کو اگر ہم ایک باغ سے تشبیہ دے سکیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک سدابہار باغ ہے۔ جس پر پچھلے چودہ سو سال سے کبھی خزاں نہیں آئی۔ اس میں ہمیشہ سے ہر رنگ اور ہر خوشبو کے پھول کھلتے رہے ہیں، جو مسلمانوں کی روح ایمان کو تازہ اور ان کی مشام جاں کو معطر کرتے رہے ہیں اور ان میں ہر دم اضافہ ہوتا رہا ہے۔ جو اس باغ کی رعنائیوں اور نکہتوں کو دوبالا کرتا رہا ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ کی محبت ہر مسلمان کے ایمان کی جان ہے۔ لہٰذا جب تک اس کرۂ ارض پر ایک بھی مسلمان زندہ ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت کا یہ باغ لہلہاتا اور کھلکھلاتا رہے گا، انشاءاللہ

لہٰذا یہ کہنا تو شاید صحیح نہ ہو کہ حضور ﷺ کی سیرت کا کوئی گوشہ ایسا بھی ہے۔ جس پر کچھ لکھا نہ گیا ہو۔ ہاں! یہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض اسباب کی بناء پر بعض معاشروں میں اور بعض زمانوں میں سیرت کے بعض پہلوؤں پر زیادہ توجہ دی گئی اور بعض پر زیادہ توجہ نہ دی جاسکی ہو۔ ایسا ہی ایک گوشہ ہماری نظر میں بھی ہے۔ جس پر ہمارے محدود علم کے مطابق اتنی توجہ نہیں دی گئی، جس کا وہ مستحق تھا، چنانچہ ہم کچھ عرصے سے اس پر غور کر رہے ہیں، اس کے لئے مواد جمع کر رہے ہیں، اس پر لکھنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں، اور وہ گوشہ حضور ﷺ کے منہاجِ تربیت وتزکیہ کا۔

اس مقالے میں ہم تربیت کے نبوی منہاج یا اس کے کسی پہلو پر کوئی تفصیلی گفتگو نہیں کریں گے، بلکہ ہمارے پیش نظر یہ ہے کہ ہم اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے یہ بات رکھیں کہ اسلام اور عصر حاضر کے حوالے سے اس موضوع کی وہ کون سی جہات ہیں، جو ہماری رائے میں سنجیدہ غور وفکر اور توجہ کی مستحق ہیں، جو یہ ہیں:

۱۔ تربیت کا مفہوم

۲۔ تربیت کی اہمیت

۳۔ تربیتی منہاج سے امت کا تغافل

۔ تربیت نبوی کے ماخذ

۵۔ تربیت کے وسائل

۶۔ تربیت نبوی کے اسالیب

اب ہم ان عناوین پر کچھ روشنی ڈالیں گے:

ا۔تربیت کا مفہوم:

ایک بات کی وضاحت ہم شروع ہی میں کر دیں کہ جن معنوں میں ہم آج کل تربیت کا لفظ بولتے ہیں، ان کے لئے قرآن وسنت نے تزکیہ نفس کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اسی چیز کو ہم تعمیر سیرت و کردار بھی کہتے ہیں۔ انگریزی والے اس کے لئے Training کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور تعلیمی حوالے سے تربیتی سرگرمیوں کو Extra- Curricular یا Co-Curricular Activities کہتے ہیں۔ مغرب کے ہاں تربیت کا تصور انتہائی ناقص ہے۔ تعلیمی حوالے سے ان کی تربیت سے مراد یہ ہوتی ہے کہ طلبہ کی فطری صلاحیتیں نکھر جائیں مثلاً بولنے اور تقریر کرنے کی صلاحیت، لکھنے کی صلاحیت یا معاشرتی آداب جیسے صاف ستھرا رہنا، ڈھنگ کے کپڑے پہننا وغیرہ۔ وہاں کے مذہبی حلقوں میں تربیت کے حوالے سے اخلاق کا تصور بھی تھوڑا بہت موجود ہے، لیکن مذہب اہل مغرب کی زندگیوں سے بڑی حد تک نکل چکا ہے اور ان کی زندگیوں پر اس کے اثرات برائے نام ہیں۔

مغرب کو چھوڑیئے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں بھی تزکیہ و تربیت کا تصور مسخ ہو چکا ہے۔

اب ہمارے ہاں مذہبی حلقوں میں تزکیہ و تربیت کا تصور محض اتنا ہے کہ آنکھیں بند کر کے سر جھکا کر اللہ ھو کی ضربیں لگائی جائیں۔ دوسرے لفظوں میں ذکر اور عبادات کی کثرت۔ جہاں تک عقائد، معاملات اور اسلامی اخلاق و آداب کا تعلق ہے، انہیں عملاً تزکیہ و تربیت کا جزو نہیں سمجھا جاتا، بلکہ مسلم عوام وخواص کا ذوق اتنا بگڑ چکا ہے کہ وہ اسے محض چند

مظاہر تک محدود سمجھتے ہیں، جیسے لمبی داڑھی، ہاتھ میں تسبیح، لمبا چوغہ وغیرہ، خواہ دیگر اسلامی احکام کی صریح خلاف ورزی ہی ہو رہی ہو، جیسے نماز نہ پڑھنا یا صاف ستھرا نہ رہنا وغیرہ۔

سنت نبوی سے تزکیہ و تربیت کا جو مفہوم ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ نفس انسان کی ایسی تربیت ہے جو اس کی ساری صلاحیتوں اور قوتوں کو اطاعت رب کا خوگر بنائے اور اسے رضائے الٰہی کی منزل تک لے جائے، یعنی انسانی صلاحیتوں کی بہترین نشو و نما، زندگی کے ہر معاملے اور جزئیات میں (خواہ وہ زندگی کا انفرادی پہلو ہو یا اجتماعی اور خواہ داخلی پہلو ہو یا خارجی) نفس انسانی کی ایسی تربیت کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت، خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے اور خواہ اخلاق و آداب سے ہو یا معاملات سے، اس کے لئے مرغوب بن جائے اور اللہ کی خوشنودی و رضا اس کی غایت الغایات بن جائے۔

تربیت کی اس تعریف سے اسلام کے تصور تربیت کے مندرجہ ذیل خصائص سامنے آتے ہیں:

۱۔ تربیت کا ایک جامع تصور جو تربیت کے سارے پہلوؤں اور سارے اصول و جزئیات پر حاوی ہے۔

۲۔ انسان کی داخلی اور روحانی زندگی کی تسکین کا سامان بھی اس میں ہے۔

۳۔ اس میں بہترین اجتماعی زندگی کا تصور بھی شامل ہے جس میں ایک فلاحی ریاست ہی نہیں بلکہ بہترین فلاحی معاشرے کا تصور بھی ابھر کر سامنے آتا ہے۔

۴۔ اس میں موجودہ دنیاوی زندگی ہی کی فلاح شامل نہیں بلکہ اخروی فلاح اور فکر آخرت بھی اس میں شامل ہیں، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اس کا اصل زور آخرت ہی پر ہے۔ دنیاوی زندگی تو محض اس کا ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

۵۔ یہاں اصل چیز ہر معاملے میں اللہ کی اطاعت و محبت اور اس کی رضا کا حصول ہے اور اس طرح کے ایک عظیم نصب العین سے بندھ کر فرد اور معاشرے کی ساری صلاحیتیں ایک ہی ہدف کے لئے یک جہت اور یکسو ہو جاتی ہیں۔

اسلامی تصور تربیت کے ان خصائص سے بہ آسانی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کا تصور تربیت ایک جامع اور منفرد خصائص کا حامل تصور ہے۔ اس کے مقابلے میں مغرب کا تصور تربیت انتہائی ناقص ہے۔ نیز آج کل مسلمانوں میں مروّج تربیت کا تصور بھی ادھورا اور نامکمل ہے لہٰذا تربیت کے نبوی منہاج کی طرف رجوع ضروری ہے۔

۲۔تربیت کی اہمیت:

تربیت کا اگر وہ مفہوم اور تصور سامنے رہے، جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے تو اس سے یہ بات نہایت آسانی سے واضح ہو جاتی ہے کہ تربیت نفس انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ اصل دین اور ہدف دین ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اسے حضور اکرم ﷺ کا بنیادی مقصد قرار دیا ہے۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیٰته ویزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبین۔ (۱)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وسنت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

یہی بات قرآن میں ان سے ملتے جلتے الفاظ میں تین دوسری جگہوں پر بھی کہ کہی گئی ہے۔(۲) اور یہی نہیں قرآن میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تزکیہ صرف نبی اکرم ﷺ ہی کا مقصد بعثت نہیں تھا بلکہ پہلے انبیاء کا مقصد بھی یہی تھا اور ان کے صحیفوں میں بھی یہی بات کہی گئی تھی چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

قد افلح من تزکی ○ و ذکر اسم ربه فصلی ○ بل

توثرون الحیاۃ الدنیا والاخرۃ خیر وابقیٰ ○ ان ھذا لفی الصحف الاولی ○ صحف ابراھیم و موسی ○ (۳)

ترجمہ: کامیاب ہوا وہ جس نے اپنا تزکیہ کیا، جو اللہ کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت اس سے بہتر اور پائیدار ہے۔ یہی نصیحت پہلے صحیفوں میں بھی موجود تھی۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

یہی بات سورۃ نازعات میں بھی کہی گئی ہے۔ (۴) نیز قرآن کے اسلوب سے یہ بھی پتہ چلتا ہے، کہ گو پیغمبر کے کرنے کے کام اور بھی ہیں، لیکن ان کاموں کا حاصل اور ان کی غایت بھی تزکیہ ہی ہے، چنانچہ دیکھئے کہ سورۃ بقرہ میں جہاں مقاصد بعثت کا ذکر ہے، ایک دفعہ ان کے شروع میں تزکیہ کا ذکر کیا گیا ہے اور دوسری جگہ ان کے آخر میں گویا اوّل و آخر مقصود تزکیہ ہی ہے۔ (۵)

قرآن کریم نے صرف یہی نہیں کیا کہ تزکیہ کی اہمیت اچھی طرح ہم پر واضح کر دی بلکہ کمال مہربانی سے اس حکمت پر بھی پردہ اٹھایا کہ تزکیے کی یہ اہمیت کیوں ہے۔ چنانچہ فرمایا:

قد افلح من زکاھا ○ وقد خاب من دساھا۔ (۶)

ترجمہ: تحقیق کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور ناکام ہوا وہ جس نے ایسا نہ کیا۔

یعنی تزکیے کی یہ اہمیت اس وجہ سے ہے کہ ہماری فوز و فلاح اور کامیابی و ناکامی کا دارومدار اسی پر ہے۔ اہل نظر سے یہ بات مخفی نہیں کہ فلاح قرآن و سنت کی ایک جامع اصطلاح ہے جس سے دنیا و آخرت دونوں کی اور ہر طرح کی کامیابی و کامرانی مراد ہے۔ گویا تزکیے کی اہمیت یہ ہے کہ اسی پر ہماری دنیا و آخرت میں کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر معبوث فرماتا رہا ہے تاکہ وہ لوگوں کے نفوس کا تزکیہ

کریں تاکہ وہ فلاح پاسکیں۔

۳۔ نبوی منہج تربیت سے امت کا تغافل:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تزکیہ و تربیت کی دین میں یہ اہمیت ہے تو امت اس سے غافل کیسے ہوگئی؟ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کہنا تو صحیح نہیں ہے کہ امت اس سے بالکل ہی غافل ہوگئی ہے۔ ہاں! یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے تقاضوں پر صحیح طریقے سے عمل نہیں ہو رہا یا اس کا حق ادا نہیں ہو رہا۔ امت کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے شاگرد اس معاملے میں انتہائی متحرک اور سرگرم تھے اور دوسری صدی میں جب امت کے علماء و صلحاء نے دیکھا کہ اس کے لئے خصوصی کوششوں کی ضرورت ہے تو تصوف کا ادارہ وجود میں آیا اور اگلی چند صدیوں میں اس ادارے کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ عالم اسلام کا شاید ہی کوئی کونہ ایسا ہو جہاں تعلیم کے لئے مدرسہ اور تربیت کے لئے خانقاہ موجود نہ ہو۔ تاہم یہ الگ کہانی ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں کہ اس ادارے میں غیر اسلامی عناصر خصوصاً یونان و ایرانی فلسفہ کیوں اتنی جلدی گھسنے میں کامیاب ہوگیا، جس سے اس ادارے کی اسلامی حالت مجروح اور کمزور ہوگئی۔ اگر ہم آج کے حالات پر غور کریں تو ہمیں تربیت کے صحیح تصور سے تغافل کے مندرجہ ذیل اہم اسباب نظر آتے ہیں:

۱۔ دین سے دوری اور لاتعلقی کی ایک عمومی فضاء

۲۔ مغرب کی بے خدا اور مادہ پرست تہذیب کے اثرات کا غلبہ

۳۔ دین کے فہم کا ناقص تصور

۴۔ تصوف کا بگاڑ

۵۔ بعض بڑی معاصر دینی تحریکوں کا دین کی دنیوی کامیابی کے لئے سیاسی جدوجہد پر غیر متوازن طریقے سے اصرار اور تزکیہ و تربیت سے اہمال۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر حکمت سے ان موانع کو دور کرنے کے لئے جدوجہد کی جائے تو تربیت کا صحیح مسلم فرد اور اجتماعیت کے قیام کی راہ ہموار ہوسکتی ہے۔ انشاء اللہ۔

۴۔ تربیت نبوی کے ماخذ

اگر ہم اس بات پر غور کریں کہ نبی اکرم ﷺ کے منہاج تربیت کا ماخذ کیا تھا تو اس کے دو بنیادی ماخذ ہمارے سامنے آتے ہیں ایک وحی اور دوسرے عقل و اجتہاد۔ وحی کو دو قسموں جلی اور خفی یا متلو اور غیر متلو میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یعنی ایک وہ رہنمائی جو ہمارے پاس قرآن حکیم کی صورت میں لفظاً لفظاً بین الدفتین محفوظ و مامون ہے اور جس کی تلاوت بھی باعث ثواب ہے۔ دوسرے وہ رہنمائی جو قرآن کریم کے علاوہ حضور ﷺ کو بذریعہ فرشتہ یا بذریعہ خواب یا بذریعہ کشف و الہام مہیا کی جاتی تھی۔ خود قرآن کریم ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو یہ رہنمائی بھی میسر تھی۔ (۷) اور چونکہ امت کو مطلقاً، بغیر کسی شرط کے حضور ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

وَأَطیعو اللّٰه والرَّسُول لَعلكم ترحمون (۸)

ترجمہ: اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول ﷺ کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

وما آتا كم الرسول فخذوه ومانها كم عنه فانتهوا (۹)

ترجمہ: اور رسول ﷺ تمہیں جو کچھ دے وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔

بلکہ اسی سے رضائے الٰہی کو مشروط کیا گیا ہے:

قل ان كنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی يحببكم اللّٰه ويغفر لكم ذنوبكم۔ (۱۰)

ترجمہ: اے نبی! آپ ان لوگوں سے کہہ دیں اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

لہٰذا امت پر اس وحی (یعنی سنت) کی پیروی بھی فرض ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وما کان لمومن ولا مومنه اذا قضی اللّٰه و رسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص اللّٰه و رسوله فقد ضل ضلالاً بعیداً۔ (۱۱)

ترجمہ: کسی مومن مرد یا عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر ان کے لئے اس میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی گمراہی میں جا پڑے گا۔

بلکہ اسے دوسری جگہ کفر (یعنی نقیض ایمان) قرار دیا:

قل اطیعوا اللّٰه والرسول فان تولوا فان اللّٰه لا یحب الکافرین۔ (۱۲)

ترجمہ: اے نبی! آپ ان لوگوں سے کہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو اللہ ایسے کافروں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

یہی وجہ ہے کہ وحی خفی یعنی سنت رسول ﷺ کے حجت وفرض ہونے پر امت کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اور اس کا انکار نہیں کیا سوائے آکا دکا کسی فرد یا گروہ کے، جن کی گمراہی پر امت متفق ہے۔

تربیت کے نبوی منہاج کا دوسرا ماخذ عقل واجتہاد ہے۔ وہ امور جن میں نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ رہنمائی میسر نہیں ہوتی تھی، ان میں آپ اللہ کی دی ہوئی فراست اور عقل سلیم سے لوگوں کی تربیت کرتے تھے۔ حضور ﷺ اس طرح کے فیصلے بھی قرآنی احکام کی روشنی میں، نصوص قرآن سے استنباط کرتے ہوئے اور شریعت کے مقاصد عمومی کو پیش نظر رکھتے ہوئے کرتے تھے اور قرآن کریم اس امر کی وضاحت بھی کر چکا

ہے کہ حضور ﷺ کا ہر قول مبارک زیغ وہوی سے پاک ہوتا تھا۔

وما ینطق عن الھوٰی، ان ھوالا وحی یوحی۔ (۱۳)

ترجمہ: وہ (پیغمبر) اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ تو ایک وحی ہے۔ جو ان پر نازل ہوتی ہے۔

تاہم ان امور میں بشری تسامح کا امکان موجود تھا لیکن چونکہ آپ کو وحی کی رہنمائی ہر وقت میسر تھی لہٰذا اگر آپ سے کوئی خلاف اولیٰ بات ہوتی تو وحی جلی اس کی تصحیح کر دیتی تھی۔ چنانچہ قرآن حکیم کے مطابق کئی دفعہ ایسا ہوا۔ (۱۴) اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ آپ کا اجتہاد و استنباط بھی ہر قسم کی غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے اجتہادات کے بارے میں ثقہ علماء کی رائے یہی ہے کہ وہ بھی امت کے لئے حجت ہیں۔ (۱۵) اور وجوب کا درجہ رکھتے ہیں۔ مندرجہ بالا مختلف بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبوی منہاج تربیت کے دو ماخذ تھے۔ قرآن و اجتہاد اور دونوں مکمل شرعی استناد کے حامل تھے۔

۵۔ تربیت کے وسائل

تربیت کے وسائل کے لحاظ سے بھی ہمارے ہاں ذہنی اور فکری ژولیدگی کی ایک مستحکم فضا موجود ہے۔ مغرب کا تصور تربیت ہی چونکہ ناقص ہے، لہٰذا ان کے وسائل تربیت ادھورے اور ناقص ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے تعلیمی اور تربیتی اداروں کے منتظمین سمجھ نہیں پاتے کہ وہ اپنے طلبہ کی تربیت کیسے کریں؟ جہاں تک ہمارے صوفی حلقوں کا تعلق ہے وہاں محبت اور کثرت ذکر ہی کو تربیت کا وسیلہ سمجھا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اصولاً یہ دونوں امور تزکیہ و تربیت میں انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہیں، لیکن ان دو اصولوں کی تفریع و تعمیل میں غیر شرعی جزئیات کی اتنی بھرمار کر دی گئی ہے کہ محبت و کثرت ذکر کے یہ دونوں ادارے گوناگوں مفاسد کا مجموعہ بن کر رہ گئے ہیں اور اپنی مروجہ صورت میں یہ شاذ ہی اس طرح کی تربیت مہیا کرتے ہیں، جو اسلام میں اصلاً مطلوب ہے۔ یہاں ہم اختصار کے

ساتھ نبوی منہاج کے صرف تین اہم وسائل کے طرف اشارہ کریں گے۔

الف﴾شریعت

اس سلسلے میں جو بات انتہائی اہمیت کی حامل اور بنیادی حیثیت رکھتی ہے وہ مسلمانوں کا اس امر سے صرف نظر کرنا ہے کہ ساری شریعت ہمارا تزکیہ کرتی ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ صرف شریعت ہی ہمارا توازن اور مکمل تزکیہ کرتی ہے اور کرسکتی ہے۔ شریعت یا دین کو ہم سہولت بیان کی خاطر چار بڑے شعبوں میں تقسیم کرسکتے ہیں: عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات۔ ان چاروں شعبوں کے احکامات پر اگر اس توازن کے ساتھ عمل کیا جائے جس کی عملی تصویر ہمیں حضور اکرم ﷺ کی مبارک زندگی میں نظر آتی ہے، تو پھر ہی انسان کی شخصیت اس طرح ارتقا پذیر ہوتی ہے کہ قرآن کا انسان مطلوب اور اسلام کا مرد کامل وجود میں آتا ہے اور انسانی نفس کا مکمل اور متوازن تزکیہ ہوتا ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ عقائد عبادات اور کسی حد تک اخلاق کا تزکیہ نفس کا وسیلہ ہونا تو بعض لوگوں کی سمجھ میں آجاتا ہے لیکن معاملات کا وسیلہ تزکیہ نفس ہونا ان کی سمجھ میں نہیں آتا حالانکہ غور کرنے سے یہ بات بھی سمجھ میں آجانی چاہئے مثلاً اگر ایک آدمی متاہل زندگی نہیں گزارتا اور اس پر صنفی جذبات غلبہ پالیتے ہیں تو اس کا راہ راست سے بھٹک جانا اغلب ہے اور اگر وہ اس بدقسمتی کا شکار ہو جائے تو ظاہر ہے وہ خدا کی ناراضگی بھی مول لے گا، اس کے اخلاق بھی برباد ہو جائیں گے، اس کی معیشت و معاشرت بھی فساد کا شکار ہو جائے گی اور ایسی دینی کیفیت میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کیسے کرسکے گا؟ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک خاوند اگر اپنی بیوی کے پاس جائے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات سمجھ نہ آئی اور انہوں نے وضاحت چاہی تو آپ ﷺ نے

صنفی جذبات کے غلط استعمال اور نتائج کی طرف ان کی توجہ دلائی، تو وہ بات کو سمجھ گئے، تو گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات چاروں مل کر نفس انسانی کا مکمل اور متوازن تزکیہ کرتے ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ بات بری لگتی ہے کہ ہم عبادات کو ذریعہ تزکیہ کہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عبادات کوئی ٹریننگ کورس نہیں یہ فی نفسہ مطلوب ہیں تا کہ خالق مخلوق کا تعلق صحیح خطوط پر استوار ہو جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ عبادات یا عقائد یا اخلاق کو تزکیہ کا ذریعہ کہنا ہرگز ان کے لئے استخفاف پر دال نہیں کرتا بلکہ یہ محض ایک امر واقعہ کا اظہار ہے۔ اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر ہم انسانی تعلقات کا احاطہ کرنا چاہیں تو بنیادی طور پر وہ تین قسم کے ہوسکتے ہیں۔ انسان کا تعلق، اپنے خالق کے ساتھ، انسان کا تعلق اپنے ابنائے نوع اور دوسری مخلوقات کے ساتھ اور، اپنے نفس کے ساتھ۔ جب تک یہ تینوں قسم کے تعلقات ایک توازن کے ساتھ صحیح خطوط پر استوار نہ ہو جائیں، انسانی شخصیت کا متوازن اور مکمل تزکیہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ شریعت کے یہ چاروں شعبے مل کر ہی انسانی شخصیت کا متوازن تزکیہ کرتے ہیں۔

پھر یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ شریعت کے یہ چاروں شعبے محض تزکیہ نفس کا وسیلہ ہی نہیں بلکہ یہ چاروں کے چاروں دین کا ہدف بھی ہیں اور باہم متقارب اور متخالط بھی۔ مثلاً نماز کو لیجئے: خود قرآن کریم کہتا ہے کہ یہ تزکیر ہے۔(۱۶) اور انسان کو برائیوں سے روکتی ہے۔(۱۷) یہ گویا نماز کے اخلاقی اثرات ہیں۔ اسی طرح باجماعت نماز (اور اس میں نماز پنجگانہ کے علاوہ جمعہ اور عیدین کو بھی داخل سمجھے) ہماری معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے اور تعلق باللہ کو مضبوط کرنے کا تو یہ وسیلہ ہے ہی اور یہ ہمیں روزہ، زکوٰۃ اور حج پر بھی اُکساتی ہے۔ اسی طرح ہر شعبے سے مثالیں دے کر یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات کے چاروں شعبے بیک وقت وسیلہ بھی

ہیں اور ہدف بھی۔ لہٰذا ان کو تزکیہ نفس کا وسیلہ کہنا ان کے استخفاف کے مساوی نہیں ہے۔

ب) عملی نمونہ:

تربیت کا دوسرا بڑا ذریعہ حضور ﷺ کا خود کو عمل کے بہترین نمونے کے طور پر پیش کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کی جو کامیاب تربیت کی اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ جو کچھ کہتے تھے خود اس پر عمل کر کے دکھاتے تھے۔ آپ ﷺ کی تلقین محض زبانی نہ تھی، محض وعظ اور لیکچر نہ تھی بلکہ اس تعلیم کے تقاضوں کا آپ ﷺ ایک بہترین نمونہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ تو انہوں نے کہا ''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟'' (۱۸) مطلب یہ کہ جن اخلاقی تعلیمات کا قرآن میں ذکر ہے گویا آپ ﷺ ان کی تجسیم اور ان کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں۔ جنگ خندق کے وقت غربت کا یہ عالم تھا کہ لوگوں نے بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ ایک آدمی نے بھوک کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے کپڑا اٹھا دیا وہاں دو پتھر بندھے تھے۔ (۱۹) ہجرت کے فوراً بعد بڑی اضطرابی کیفیت کا سماں تھا اور ہر لمحے یہ ڈر رہتا تھا کہ کفار حملہ نہ کر دیں۔ ایک رات کچھ شور ہوا تو لوگ گھبرا کر گھروں سے نکل آئے۔ دیکھا تو حضور ﷺ تلوار پکڑے ہوئے باہر سے تشریف لا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کوئی بات نہیں، خیریت ہے، میں دیکھ کر آرہا ہوں، آپ لوگ جائیں آرام کریں۔ (۲۰) جنگ حنین میں ہزاروں مسلمان تیروں کی اچانک بارش سے تتر بتر ہو گئے، لیکن حضور ﷺ اپنی جگہ جم کر کھڑے رہے اور ایک انچ پیچھے نہ ہٹے۔ (۲۱) غرض حضور ﷺ کی ساری زندگی ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ آپ نے ہر معاملے میں عملی نمونہ پیش کیا۔ قرآن کریم نے اس کی گواہی یوں دی ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ۔ (۲۲)

ج۔ تعلیم:

تربیت کا ایک بڑا وسیلہ اور ذریعہ پہلے بھی تعلیم ہی تھی اور آج بھی تعلیم ہی ہے۔ قرآن نے اس کا اظہار پہلی وحی میں کیا:

الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ (۲۳)

بلکہ اس کا اظہار تو تخلیق انسانی کے وقت ہی ہو گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وہ علم عطا فرمایا جو فرشتوں اور جنوں کو عطا نہ کیا تھا اور ان دونوں گروہوں کو آدم کے آگے جھکنے کا حکم دے کر انسان کی فضیلت کا اعلان فرما دیا تھا۔ (۲۴) چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جہاں حضور ﷺ کے مقاصد بعثت گنوائے ہیں، وہاں قرآن و حکمت کی تعلیم کو صراحت سے ذکر کیا ہے اور دیکھا جائے تو قرآن کریم کی تلاوت بھی اس کی تعلیم ہی کا ایک حصہ ہے، گویا اگر ہم حضور ﷺ کے مقاصد بعثت کو دو لفظوں میں سمونا چاہیں تو وہ ہیں تعلیم اور تزکیہ اور جیسا کہ پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ تعلیم بھی دراصل ذریعہ ہے۔ حضور ﷺ کی جب بعثت ہوئی تو اس وقت تعلیم کے جو میسر ذرائع تھے وہ آپ نے سب استعمال کئے، لکھنے اور پڑھنے کا ذریعہ اس وقت عام نہ تھا اور تعلیم کا انحصار زبان سے گفتگو اور ذہن سے یاد کرنے پر تھا، چنانچہ یہی دو ذرائع زیادہ استعمال میں لائے گئے۔ آپ ﷺ نہ صرف باقاعدہ لیکچر دیتے تھے، بلکہ غیر رسمی تعلیم کے لئے آپ ﷺ نے اپنے چوبیس گھنٹے وقف کر رکھے تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے عمداً بعثت کے بعد کسب رزق کے لئے کوئی ذریعہ معاش اختیار نہیں کیا، بلکہ اپنے سارے اوقات لوگوں کی تعلیم کے لئے وقف رکھے۔ چنانچہ تعلیم کا یہ سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا۔

۶۔ تربیت کے اسالیب:

حضور ﷺ کے منہاج تربیت کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک اور اہم پہلو ہمارے سامنے رہنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ حضور ﷺ نے تعلیم و تربیت کا یہ کام

کیسے کیا؟ اس کے طرق اور اسالیب کیا تھے یہاں چونکہ تفصیل ہمارے پیش نظر نہیں لہذا چند اہم طرق واسالیب کی طرف اشارہ کر کے ہم اس گفتگو کو ختم کرتے ہیں۔

الف﴾ نرمی:

حضور ﷺ کے تعلیم وتربیت کا ایک وصف یہ تھا کہ آپ ﷺ اس میں ہمیشہ نرمی اور حلم سے کام لیتے تھے۔ آپ نے کبھی سخت لہجہ اور درشت رویہ اختیار نہیں کیا۔ اس کی گواہی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یوں دی ہے کہ میں بچہ تھا اور ہر وقت آپ ﷺ کی خدمت میں رہتا تھا، بچپنے کی وجہ سے بے دھیانی اور حکم عدولی بھی ہو جاتی تھی، لیکن حضور ﷺ نے مجھے کبھی نہیں ڈانٹا اور نہ کبھی میرے ساتھ غصے سے بات کی۔ (۲۵) ایک دفعہ ایک بدو مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا۔ لوگ اسے زجر وتوبیخ کرنے اور مارنے کو لپکے تو حضور ﷺ نے لوگوں کو منع فرمایا اور جب وہ فارغ ہو گیا تو اسے آرام سے سمجھایا کہ مسجد اس کام کے لئے موزوں جگہ نہیں ہے۔ (۲۶) آپ کی اس نرمی کی گواہی قرآن کریم نے یہ کہہ کردی ہے:

لو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولك۔ (۲۷)

ب﴾ مشورہ کرنا:

آپ ﷺ اللہ کے پیغمبر تھے، آپ ﷺ پر وحی اترتی تھی اور اگر کسی معاملے میں وحی نہ اترتی تو بھی آپ ﷺ اپنی خداداد فراست سے تنہا فیصلے کر سکتے تھے، آپ ﷺ لوگوں کے محبوب لیڈر تھے، جو فیصلہ کرتے لوگ اسے مان لیتے، لیکن مامور بہ امور کے علاوہ اجتماعی معاملات میں آپ نے ہمیشہ مشورے سے کام کیا اور یہی نہیں بلکہ بہت سے معاملات میں اپنی رائے چھوڑ کر اپنے احباب کی رائے مان لی جیسا کہ جنگ اُحد کے وقت ہوا جس میں یہ بات زیر بحث تھی کہ جنگ مدینہ میں رہ کر لڑی جائے یا باہر نکل کر۔ (۲۸) اسی طرح جنگ بدر میں مقام جنگ کے تعین کے وقت ہوا اور آپ ﷺ نے اپنی رائے چھوڑ

کر حضرت خبابؓ بن منذر رضی اللہ عنہ کی رائے مان لی۔(۲۹)

ج﴾ عمدہ خطیب ہونا:

اچھے معلم اور قائد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اچھا مقرر ہو۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ بہت اچھے مقرر تھے۔ آپ ﷺ کی آواز بھاری اور پاٹ دار تھی۔ تقریر میں جب ضرورت ہوتی ہاتھوں سے اشارے کرتے تھے اور آواز کو پست و بالا کر لیتے تھے اور مجمع پر چھا جاتے تھے۔(۳۰)

د﴾ مساوات:

حضور ﷺ جو کام دوسروں کو کرنے کو کہتے تھے، خود بھی اس میں شریک ہوتے تھے اور کسی امتیاز کو روا نہیں رکھتے تھے۔ ایک سفر میں جب لوگوں نے پڑاؤ ڈالا اور کھانا پکانے لگے تو لوگوں کے منع کرنے کے باوجود آگ جلانے کے لئے لکڑیاں اکٹھی کرنے کا کام آپ ﷺ نے اپنے ذمہ لیا۔(۳۱) اسی طرح جنگ بدر میں سواری کم تھی، تین آدمیوں کے حصے میں ایک اونٹ آیا۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے بہت کہا کہ آپ ﷺ اونٹ پر تشریف رکھیں، ہم خوشی سے پیدل چل لیں گے لیکن آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور کہا تم مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو۔ چنانچہ اپنی باری پر اونٹ پر بیٹھتے اور پھر دوسروں کی طرح پیدل چلتے۔(۳۲)

ہ﴾ حریت:

آپ لوگوں سے زبردستی اپنی بات نہیں منواتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ اور لوگوں کا محبوب قائد ہونے کے باوجود اخلاقی دباؤ سے بھی کام نہیں لیتے تھے بلکہ لوگوں کو اپنی بات کہنے اور کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ مشہور ہے کہ جب انہیں غلامی سے نجات ملی تو انہیں سابقہ نکاح فسخ کرنے کا حق مل گیا جو انہوں نے توڑنا چاہا۔ ان کے خاوند روتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس آئے کہ وہ نکاح نہ توڑے۔ حضور

ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ مجھے حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا حکم نہیں دے رہا یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ تمہارے خاوند کی سفارش کر رہا ہوں۔ انہوں نے معذرت کر دی اور کہا میں نہیں مان سکتی۔ میرا اس شخص کے ساتھ رہنے کو دل نہیں مانتا۔ اس طرح ایک حبشی خادمہ نے سرور عالم ﷺ کی بات ماننے سے انکار کر دیا، لیکن آپ ﷺ نے برانہیں مانا اور نہ ناراضگی کا اظہار کیا، کیونکہ آپ ﷺ سمجھتے تھے کہ یہ اس کا حق ہے۔ حضور ﷺ کی اسلوب تعلیم و تربیت کی بیسوں نہیں سینکڑوں خصوصیات گنوائی جا سکتی ہیں، لیکن یہاں ان کا شمار یا استقصاء مقصود نہیں ہے، لہٰذا ہم ان چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں اور اپنی بات کو دہراتے ہیں کہ حضور ﷺ کے منہاج تربیت و تزکیہ کا موضوع ایک اہم موضوع ہے اور اس پر کام کی گنجائش ابھی باقی ہے لہٰذا اہل علم کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

حواشی و حوالہ جات:

١۔ سورة الجمة، آیت٢

٢۔ سورة البقرة، آیت ١٥١، سورة آل عمران، آیت ١٦٤

٣۔ سورة الاعلی، آیت ١٤۔١٩

٤۔ سوره النازعات، آیت ١٧ تا ١٨

٥۔ امین احسن صلاحی، مولانا، تزکیه نفس، ج ١، ص١٧، ملك سنز، فیصل آباد، ١٩٨ء

٦۔ سورة الشمس، آیت ٩۔١٠

٧۔ سورة التحریم، آیت ٣

٨۔ سورة آل عمران، آیت١٣٢

٩۔ سوزة الحشر، آیت٧

١٠۔ سورة آل عمران، آیت ٣١

١١۔ سورة الا حزاب، آیت ٣٦

١٢۔ سورة آل عمران، آیت ٣٢

۱۳۔ سورة النجم، آیت ۳
۱٤۔ سورة العبس، آیت ۱۰، سورة الانفال، آیت٦٧، سورة الانعام، آیت۱۳۵، سورة التحریم، آیت ٦٦ وغیره
۱۵۔ الدهلوی، شاه ولی اللّٰه، حجة الله البالغه، ص۱۲۸، طبع دارالفکر، قاره
۱٦۔ سورة طه، آیت ۱٤
۱۷۔ سورة العنکبوت، آیت ٤۵
۱۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱۲، ص ۳٦٤
۱۹۔ بخاری، امام، الجامع الصحیح، ج٤، ص۲۱۱، طبع القاهره
۲۰۔ امام مسلم، الجامع الصحیح، ج٤، ص۱۸۰۲، رقم الحدیث: ۲۳۰۷، طبع القاهره
۲۱۔ مسلم، الجامع الصحیح، ج۳، ص۱۳۹۸، رقم الحدیث: ۱۷۷۵
۲۲۔ سورة الاحزاب، آیت۲۱
۲۳۔ سورة العلق، آیت ٤،۵
۲٤۔ سورة البقرة، آیت ۳۰۔۳٤
۲۵۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الفضائل، باب من خلقه ﷺ
۲٦۔ ابوداؤد دالسجستانی، السنن، ج٤، ص۲٦۳، طبع دهلی ۱۳۸۹ھ
۲۷۔ سورة آل عمران، آیت ۱۵۹
۲۸۔ ابن هشام، الطبقات الکبریٰ، ج۲، ص۳۸
۲۹۔ ابن هشام، السیرة النبویه، ص۷۹۲
۳۰۔ محمد ثناء اللّٰه، قاضی، شمائل واخلاق نبوی، ص۸٦ عن محب الطبری، تحقیق ڈاکٹر محمود الحسن عارف
۳۱۔ ابن کثیر، السیرة النبویة، ج۲، ص۸۹، طبع القاهره: ۱۳۸٤ھ
۳۲۔ ابن ماجه: السنن، کتاب الطلاق، باب خیار الامته اذا عتقت